"مکروہ" اور "کراہت" کے متعلق کچھ اہم اصولی مباحث

اصولی نقطہ نظر سے شرعی احکام کی مختلف قسمیں ہیں، ان اقسام میں سے ایک قسم "مکروہ" بھی ہے۔ حضرات اصولیین نے دیگر احکام کی طرح اس حکم کے متعلق بھی تقریباً تمام ضروری مباحث عقلی واستدلالی انداز میں ذکر فرمائی ہیں، البتہ مختلف عناصر کی وجہ سے اس باب میں چند پیچیدگیاں پیدا ہو گئیں جن کو اصولی انداز میں حل کرنے کے لئے تفصیلی کلام کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور اسی بناء پر یہ چند سطور لکھے جا رہے ہیں۔ نیز ویسے تو اس بحث کے لئے مذاہبِ اربعہ کے اصولی ذخیرے سے اپنی بساط کے مطابق خوب استفادہ کرنے کی کوشش کی گئی اور دسیوں کتب کی ورق گردانی کی توفیق نصیب ہوئی، لیکن اس تحریر میں ضرورت کے مطابق عبارات ذکر کرنے پر اکتفاء کیا گیا۔

اس تحریر میں بنیادی طور پر درج ذیل نکات کے متعلق کچھ باتیں ذکر کی جائیں گیں:

۱۔ کراہت کا مصدر و مأخذ۔

۲۔ کراہت کی شرعی اقسام اور ہر قسم کا مقام و حکم۔

۳۔ کراہت کا لفظ جب مطلق ذکر ہو جائے تو اس کا محمل و مصداق۔

کراہت کا مصدر و مأخذ

دیگر تمام شرعی احکام کی طرح اس حکم "کراہت" کے اصلی مصادر بھی شرعی دلائل یعنی قرآن وسنت یا ان کی روشنی میں منعقد ہونے والا اجماع و قیاس ہی ہیں، جس طرح شرعی دلائل کے بغیر فرض واجب وغیرہ احکام ثابت نہیں ہو سکتے، یوں ہی مکروہ کا ثبوت بھی شرعی دلیل کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ تمام اصولیین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن وسنت میں یا تو مکلف انسان کے کسی کام کرنے کو طلب کیا گیا ہوگا یا اس کے چھوڑنے کا مطالبہ ہوگا یا کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہوگا، اختیار دینے کی صورت اباحت کہلاتی ہے۔ اگر کسی کام کا کرنا مطلوب ہو تو اس کی دو(۲) صورتیں ہو سکتی ہیں، کیونکہ یا تو طلب جازم ہوگا یا غیر جازم، اگر طلب ہو اور جازم بھی ہو تو اس کو واجب کہا جاتا ہے اور جازم نہ ہو تو اس کو سنت یا مندوب کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی کام سے روکنا مقصود و مطلوب ہو تو بھی یہی دو(۲) صورتیں ممکن ہیں کہ ممانعت جازم ہوگی یا غیر جازم؟ اگر جازم ہو تو وہ کام حرام کہلائے گا اور اگر غیر جازم ہو تو مکروہ قرار پائے گا۔[1]

غیر جازم کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: دلالۃً غیر جازم اور ثبوتاً غیر جازم۔ یعنی ممانعت میں جزم نہ ہونے کی وجہ یا تو یہ ہوگی کہ دلیل شرعی کی دلالت واضح اور قطعی نہیں ہوگی یا دلالت تو قطعی ہو لیکن اس دلیل کا ثبوت یقینی نہ ہو۔ ان دونوں صورتوں میں جو ممانعت ہوگی اس سے کراہت ثابت ہوگی اور چونکہ نہی موجود ہے اس لئے کراہت تحریمی ہوگی۔ مکروہ تنزیہی میں نہی و ممانعت نہیں ہوتی بلکہ محض چھوڑنے کی ترغیب ہوتی ہے۔ ترغیب و ممانعت میں فرق واضح ہے۔ "توضیح" میں ہے:

> لأن ما يأتي به المكلف إن تساوى فعله وتركه فمباح وإلا، فإن كان فعله أولى فمع المنع عن الترك واجب وبدونه مندوب، وإن كان تركه أولى فمع المنع عن الفعل بدليل

---

[1] البحر المحيط في أصول الفقه،فصل خطاب التكليف،ج1ص231. الإبهاج في شرح المنهاج،ج1ص52. إرشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول،ج1ص25.

قطعي حرام وبدليل ظني مكروه كراهة التحريم وبدون المنع عن الفعل مكروه كراهة التنزيه[2] .[3]

ترجمہ: "مکلف جو بھی عمل کرتا ہے اگراس کا کرنا نہ کرنا برابر ہو تو وہ مباح ہوگا، ورنہ اگر کرنا بہتر ہو اور اس کے ساتھ ترک کرنے پر وعید بھی ذکر ہو تو واجب ہوگا ورنہ مستحب۔ اور اگر اس عمل کا ترک کرنا بہتر ہو پھر اگر اس سے دلیل قطعی کے ساتھ منع آئی ہو تو حرام ہوگا اور اگر دلیل ظنی کے ذریعے ممانعت وارد ہو تو مکروہ تحریمی، اگر اس کام سے منع کیا گیا نہ ہو تو اسے مکروہ تنزیہی کہا جاتا ہے"

بعض کتابوں میں جو یہ ذکر کیا گیا ہے کہ مکروہ تنزیہی وہ ہے جس سے نہی غیر جازم وارد ہوئی ہو، وہاں نہی سے یہی ترغیبی وارشادی انداز کی نہی مراد ہے یعنی جس کے چھوڑنے کی ترغیب دی گئی ہو، ورنہ اگر کسی کام سے اصولی اصطلاح کی نہی وارد ہو جائے "لاتفعل" کے ہم معنیٰ صیغوں سے اس کی ممانعت کی جائے تو اس کا کم از کم تقاضا یہ ہے کہ وہ کام قبیح اور مکروہ تحریمی ہو، اس کو بلا وجہ مکروہ تنزیہی پر حمل کرنا اس لئے درست نہیں ہے کہ مکروہ تنزیہی تو جواز واباحت کی ایک شکل ہے جبکہ نہی کا مقصود ہی ممانعت ہے۔

کراہت تحریم و تنزیہ میں فرق اور وجہ فرق

کراہت تحریم اور تنزیہ میں دو (۲) اساسی نوعیت کے فروق ہیں: ایک ثبوت و مصدر کے لحاظ سے اور دوسرا حکم واثر کے اعتبار سے۔

الف: ثبوت کے لحاظ سے تو دونوں کے درمیان یہی فرق ہے کہ کراہت تحریم سے نصوص میں ممانعت وارد ہوتی ہے جبکہ مکروہ تنزیہی میں کوئی نہی وارد نہیں ہوتی بلکہ چھوڑنے کی ترغیب دی جاتی ہے، اگر کہیں نہی کا صیغہ استعمال بھی ہو تو وہ اصولی اصطلاحی نہی نہیں ہوتی یعنی اس نہی سے کسی کام کی ممانعت مطلوب نہیں ہوتی بلکہ صرف چھوڑنے کی افضلیت بیان کرنی مقصود ہوتی ہے۔

ب: حکم کے لحاظ سے دونوں میں فرق یہ ہے کہ مکروہ تحریمی گناہ و معصیت ہے جبکہ مکروہ تنزیہی گناہ نہیں ہے۔

مکروہ تحریمی صغیرہ گناہ ہے یا کبیرہ؟

مکروہ تحریمی گناہ و معصیت تو یقیناً ہے لیکن گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ؟ علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ نے گناہوں کے متعلق ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے جو ان کے مجموعہ رسائل میں شامل ہے، اس میں وہ تحریر فرماتے ہیں:

كلُّ ما كُرِه عندنا تحريما فهو من الصغائر كما استفيد ذلك مِن تعدادها.[4]

ترجمہ: "ہمارے نزدیک جو عمل بھی مکروہ تحریمی ہے وہ صغیرہ گناہ کے زمرہ میں آتا ہے جیسا کہ ان کی تعداد سے معلوم ہوتا ہے"۔

---

[2] علامہ تفتازانی رحمہ اللہ نے اس کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ یہ تمام تفصیل امام محمد رحمہ اللہ کی رائے کے مطابق ہے، حضرات شیخین کی رائے اس کے برخلاف ہے چنانچہ ان کے نزدیک اگر کسی چیز کے کرنے سے شرع میں ممانعت وارد ہوئی ہو تو وہ حرام ہے اگر ممانعت نہ کی گئی ہو تو پھر دیکھا جائے گا، اگر وہ حرام کے قریب ہو تو مکروہ تحریمی قرار پائے گا اور اگر حلال کے قریب ہو تو مکروہ تنزیہی قرار دیا جائے گا، الخ۔ لیکن وہاں ممانعت وارد نہ ہونے سے بظاہر وہی ممانعت جازمہ مراد ہے، مطلقِ ممانعت کی نفی مقصود نہیں ہے، ورنہ اگر مطلقاً ممانعت نہ وارد ہو تو اس کے بغیر کوئی کام کیونکر حرام کے قریب ہو سکتا ہے! اور کیونکر اس کو شرعاً مکروہ تحریمی یا تنزیہی قرار دیا جا سکتا ہے جبکہ شرعی دلیل وارد ہی نہ ہو!

[3] شرح التلويح على التوضيح، ج1ص17.

[4] الرسائل الزينية، الرسالة الثالثة والثلاثون، ص371

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ کی اس تحقیق کو علامہ شامی رحمہ اللہ وغیرہ کئی فقہاء کرام نے تائیدوتوثیق کے طور پر نقل فرمایا ہیں، "ردالمحتار" میں ہے:

أقول: صرح العلامة ابن نجيم في رسالته المؤلفة في بيان المعاصي: بأن كل مكروه تحريما من الصغائر.[5]

ترجمہ: "علامہ ابن نجیم نے گناہ کبیرہ کے موضوع پر جو رسالہ لکھاہے اس میں تصریح ہے کہ تمام مکروہ تحریمی امور صغیرہ گناہ شمار ہوتے ہیں"۔

لیکن علامہ عبدالحیؒ لکھنوی رحمہ اللہ نے اپنے مفید رسالہ "تحفۃ الاخیار" میں علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ کی اس تحقیق سے اختلاف کیا ہے اور ذکر فرمایا ہے کہ مکروہ تحریمی حرام کے قریب ہوتا ہے اور گو حرام سے کم درجے کا گناہ ہوتا ہے لیکن ہے کبیرہ۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:

"صرّح ابنُ نجيم المصري في رسالته المؤلّفة في بيان الصّغائر والكبائر بأنّ المكروه تحريما مِن الصّغائر. والحقّ أنّ ليس كذلك فقد صرّحوا أنّ المكروهَ تحريما قريب مِن الحرام يستحقّ به محذورا دون استحقاق النّار كحرمان الشّفاعة، وهذا دليل صريح على أنّه من الكبائر، إلّا أنّه دون كبيرة ترك الواجب والفرض وارتكاب الحرام."[6]

ترجمہ: "علامہ ابن نجیم نے گناہ کبیرہ کے موضوع پر جو رسالہ لکھاہے اس میں تصریح ہے کہ تمام مکروہ تحریمی امور صغیرہ گناہ شمار ہوتے ہیں، مگر یہ درست نہیں، کیونکہ فقہاء کرام کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام کے قریب قریب ہوتاہے جس کی وجہ سے بندہ ملامتی کا مستحق ہوتاہے البتہ جہنم کا سزاوار نہیں۔ اسی طرح شفاعت سے محرومی کا باعث بھی بنتاہے، معلوم ہوا کہ یہ گناہ کبیرہ ہے البتہ واجب یا فرض چھوڑنے کی طرح گناہ کبیرہ نہیں"۔

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

لأنّ المكروه تحريما قريب مِن الحرام على ما صرّح به جمع مِن الأعلام وإنْ عدّه بعضهم مِن الصّغائر. وإن كانتْ تنزيهية كان ارتكابه صغيرة لكن يكون بالإصرار عليه واعتياده كبيره."

ترجمہ: "مکروہ تحریمی حرام کے قریب قریب ہوتاہے، جیساکہ فقہاء کرام نے وضاحت کی ہیں، اگرچہ بعض لوگوں نے اسے صغائر میں سے گرداناہے، البتہ اگر کراہت تنزیہی ہو تو اس کا ارتکاب صغیرہ گناہ ہے تاہم بار بار کرنے اور عادت بنانے سے وہ بھی کبیرہ بنے گا"۔

ان دونوں موقفوں میں راجح کونسا ہے؟ اس میں احتیاط کی بات یہ ہے کہ ترجیح میں پڑے بغیر اختلاف کا منشاواساس معلوم کیاجائے۔ زیر بحث مسئلہ میں ان دونوں اقوال میں اختلاف کا بڑا منشاء بظاہر یہی معلوم ہوتاہے کہ گناہ کبیرہ وصغیرہ کی تعریف میں اختلاف ہے، چنانچہ کبائر کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں اور مقالات میں تفصیل کے ساتھ مختلف اقوال ذکر کئے جاتے ہیں۔

---

[5] ردالمحتار على الدرالمختار، مطلب المكروه تحريما من الصغائر، ج1 ص456.

[6] تحفة الأخيار مع نخبة الأنظار، ص36.

اب اگر گناہ کبیرہ کے لئے قطعیت کی شرط لگائی جائے اور یہ طے کیا جائے کہ کبیرہ گناہ وہی ہوگا جس کا گناہ ہونا ہر لحاظ سے قطعی ہو یا گناہ کبیرہ کی یہ تعریف طے کرلی جائے کہ جس گناہ کے کرنے پر معین طور پر کوئی وعید یا عذاب کی دھمکی دی گئی ہو، تو پہلی تعریف کے مطابق تمام یا اکثر مکروہ تحریمی، گناہ کبیرہ کی تعریف سے نکل جائیں گے، اسی طرح دوسری تعریف کے مطابق بھی بہت سے مکروہ تحریمی امور کو کبیرہ کہنا درست نہیں رہے گا کیونکہ ایسے امور کی ایک اچھی خاصی فہرست ہے جو اصولی لحاظ سے مکروہ تحریمی ہوتے ہیں لیکن اس پر کوئی مخصوص وعید یا عذاب کا ذکر نصوص میں نہیں ملتا۔ لہٰذا ان دونوں یا ان جیسی دیگر تعریفات کے مطابق علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ کی بات درست ہوگی بلکہ ان کے قول کا یہی محمل قرار دینا چاہئے اور اگر گناہ کبیرہ کی تعریف میں ایسی کوئی اضافی قید نہ لگائی جائے تو علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ کی بات درست ہے۔

کیا مکروہ تنزیہی گناہ ہے؟

ابھی تک جو تفصیل ذکر کی گئی ہے اس سے مکروہ تنزیہی کا مصدر اور اس کا حکم واضح ہوگیا۔ اس میں مزید قابل تنقیح نکتہ یہ ہے کہ کیا مکروہ تنزیہی گناہ و معصیت ہے یا نہیں؟ گناہ کبیرہ قرار دینا تو ممکن نہیں ہے کیونکہ گناہ کبیرہ تو حرام یا کم از کم مکروہ تحریمی ہوسکتا ہے، لہٰذا سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا مکروہ تنزیہی کو صغیرہ گناہوں میں سے قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

بعض اہلِ علم کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ مکروہ تنزیہی بھی صغیرہ گناہوں میں سے ہے، چنانچہ علامہ لکھنوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"وخلاصة المرام في المقام: أنّه لا شبهة في إباحته وعدم تحريمه ولا ريبَ في كراهته، فإن كانتْ كراهته تحريمية كا ن الارتكاب من الكبائر لأنّ المكروه تحريما قريب مِن الحرام على ما صرّح به جمع مِن الأعلام وإنْ عدّه بعضهم مِن الصّغائر. وإن كانتْ تنزيهية كان ارتكابه صغيرة لكن يكون بالإصرار عليه واعتياده كبيره."[7]

ترجمہ: "مکروہ تحریمی حرام کے قریب قریب ہوتا ہے جیسا کہ فقہاء کرام نے وضاحت کی ہیں، اگرچہ بعض لوگوں نے اسے صغائر میں سے گردانا ہیں، البتہ اگر کراہت تنزیہی ہو تو اس کا ارتکاب صغیرہ گناہ ہے، تاہم بار بار کرنے اور عادت بنانے سے کبیرہ بنے گا"۔

لیکن اس کو گناہ کہنا قابل اشکال ہے جس کی چند وجوہات یہ ہیں:

الف: متعدد اصولیین نے تصریح فرمائی ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام بھی بعض اوقات بیانِ جواز کے لئے مکروہ تنزیہی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ حالانکہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام سب کے سب معصوم ہے اور راجح قول کے مطابق جس طرح کبیرہ گناہوں سے عصمت ثابت ہے یوں ہی صغیرہ گناہوں کے عمداً ارتکاب کرنے سے بھی یہ حضرات معصوم ہیں۔

ب: سابقہ مباحث سے معلوم ہوا کہ مکروہ تنزیہی سے شریعت میں ممانعت نہیں کی جاتی، جب ممانعت ثابت نہیں ہوئی تو اس کا ارتکاب گناہ کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے! اس لئے اصول فقہ کی کتابوں میں اس کا حکم یہ بتایا جاتا ہے کہ اس کا ارتکاب کرنا موجب عقاب نہیں ہے جبکہ ہمارے نزدیک ہر گناہ (چاہے وہ صغیرہ ہی ہو) مستحق عقاب ہے۔

---

[7] ترويح الجنان بتشريح حكم شرب الدخان، ص58.

ج: تقریباً اکثر اصولیین اور فقہاء صراحت فرماتے ہیں کہ کراہت تنزیہ اور اباحت میں تضاد نہیں ہے بلکہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں، حالانکہ مکروہ تنزیہی اگر گناہ ہے تو اباحت کے ساتھ اس کا یکجا اجتماع ممکن نہیں ہے۔

اس لئے درست بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ مکروہ تنزیہی گناہ کی فہرست میں داخل نہیں ہے۔البتہ یہ حکم نفسِ مکروہ تنزیہی کے ارتکاب کا ہے، اگر اس کے ساتھ دیگر عوارض ملے تو اس کے مطابق اس کو گناہ قرار دیا جاسکتا ہے اور علامہ لکھنوی رحمہ اللہ کی بات کو بھی اس پر محمول کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

فقہی ذخیرے میں لفظ کراہت کا مصداق

فقہی کتابوں خصوصاً حضرات فقہائے حنفیہ کی کتابوں میں لفظ کراہت کا استعمال کافی زیادہ ہوتا ہے، اگر کراہت کے ساتھ تفصیل لکھی گئی ہو کہ کراہت تحریم ہے یا تنزیہ، تب تو بات بالکل واضح ہے۔اگر کہیں کسی عمل کو مکروہ لکھا گیا ہو لیکن یہ وضاحت موجود نہ ہو کہ وہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی، تو اس کو کیا قرار دیا جائے گا؟ عام طور پر یہ مشہور ہے کہ "کراہت" کا لفظ جب مطلق بولا جائے تو اس سے مراد مکروہ تحریمی ہوتا ہے لہٰذا مطلقِ مکروہ کا مصداق مکروہ تحریمی ہوگا[8]۔اصولی اور نظریاتی طور پر یہ بات درست بھی ہونی چاہئے کیونکہ "مکروہ" کا فردِ کامل یہی مکروہ تحریمی ہی ہے اور لفظ جب مطلق ذکر ہو تو اس سے فردِ کامل ہی مراد لے لینا چاہئے۔یہی وجہ ہے کہ بہت سے فقہائے کرام مطلق کراہت سے کراہت تحریم پر استدلال بھی فرماتے ہیں، چنانچہ علامہ طحطاوی رحمہ اللہ ایک عبارت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

قوله: "وكره لمن تجب عليه الجمعة" أطلق الكراهة فتكون تحريمية.[9]

ترجمہ: "جس شخص پر جمعہ کی نماز واجب ہو اس کے لیے گھر میں نماز ظہر پڑھنا مکروہ ہے۔ یہاں شارح نے مکروہ مطلقاً ذکر فرمایا ہے بظاہر اس سے مراد مکروہ تحریمی ہے۔

تاہم حقیقت یہ ہے کہ بہت سی جگہوں پر اگرچہ یہ ضابطہ درست ثابت ہوتا ہے لیکن باوجود اس کے اس کو قاعدہ کلیہ قرار دینا مشکل ہے جس کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ حضرات فقہائے کرام کے ہاں اس باب میں کافی توسع سے کام لیا جاتا ہے، چنانچہ بہت سے متقدمین حرام کا لفظ استعمال کرنے میں بھرپور احتیاط کرنے کی وجہ سے بہت سے محرمات کے لئے بھی مکروہ کا لفظ استعمال کر لیتے ہیں، یوں ہی بہت سے فقہائے کرام توسع اور تسامح سے کام لیتے ہیں اور کئی مکروہات پر بھی لفظ حرام کا اطلاق فرماتے ہیں یا بعض اوقات سدّ ذرائع وغیرہ اسباب کی وجہ سے بھی کئی مکروہات کے لئے حرام کے لفظ کا استعارہ لے لیتے ہیں۔"در مختار" میں ہے:

(ووجب سعي إليها وترك البيع) .. وأفاد في البحر صحة إطلاق الحرمة على المكروه تحريما.[10]

ترجمہ: "بحر میں ہے کہ مکروہ تحریمی کو حرام کہنا درست ہے"۔

"فتاویٰ شامی" میں ایک مسئلہ کے ضمن میں ہے:

(قوله: ومكروهه) هو ضد المحبوب؛ قد يطلق على الحرام كقول القدوري في مختصره: ومن صلى الظهر في منزله يوم الجمعة قبل صلاة الإمام ولا عذر له كره له ذلك. وعلى

---

[8] یہ حضرات فقہائے احناف کا منہج ہے، جہاں تک دیگر ائمہ فقہائے کی اصطلاح ہے تو اس کے متعلق دکتور عبدالکریم النملۃ نے یہ نقل فرمایا ہے کہ جمہور اصولیین کے نزدیک مطلق کراہت سے مراد کراہت تنزیہ ہوتا ہے۔ملاحظہ ہو: .المهذب في علم أصول الفقه المقارن، المسألة الرابعة: ما يطلق عليه المكروه ،ج1ص 284.

[9] حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ،ص: 520.

[10] الدر المختار مع حاشية ابن عابدين،باب الجمعة،ج2ص161.

المكروه تحريما: وهو ما كان إلى الحرام أقرب، ويسميه محمد حراما ظنيا. وعلى المكروه تنزيها: وهو ما كان تركه أولى من فعله، ويرادف خلاف الأولى كما قدمناه.[11]

ترجمہ: "مکروہ کااطلاق حرام پر بھی ہوتاہے جیساکہ امام قدوری نے قدوری میں لکھاہے کہ: جو بندہ جمعہ کے دن بغیر عذر کے ظہر کی نماز گھر میں پڑھے تو یہ مکروہ ہے۔اور بظاہر کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے جو کہ حرام کے قریب قریب ہوتاہے، جسے امام محمدؒ حرام ظنی کہتے ہیں۔اسی طرح مکروہ کااطلاق مکروہ تنزیہی پر بھی ہوتاہے جس کا چھوڑنا بہتر ہے اور جسے خلاف اولی بھی کہتے ہیں"۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے بالکل بجا طور پر لکھاہے کہ متقدمین بسا اوقات صریح حرام کام کے لئے بھی مکروہ کا لفظ استعمال فرماتے ہیں اس کا منشاءان حضرات کا غیر معمولی احتیاط وتورع ہے لیکن بہت سے متاخرین کواسی چیزنے غلط فہمی میں ڈال رکھاہےاور وہ اس کو واقعۃً حرام سے کم درجے کی ممانعت سمجھنے لگتے ہیں۔آپ تحریر فرماتے ہیں:

قد غلط كثير من المتأخرين من أتباع الأئمة على أئمتهم بسـبب ذلك، حيث تورع الأئمة عن إطلاق لفظ التحريم، وأطلقوا لفظ الكراهة، فنفى المتأخرون التحريم عما أطلق عليه الأئمة الكراهة، ثم سهل عليهم لفظ الكراهة وخفت مؤنته عليهم فحمله بعضـهم على التنزيه، وتجاوز به آخرون إلى كراهة ترك الأولى، وهذا كثير جدا في تصرفاتهم؛ فحصل بسببه غلط عظيم على الشريعة وعلى الأئمة، وقد قال الإمام أحمد في الجمع

بين الأختين بملك اليمين: أكرهه، ولا أقول هو حرام، ومذهبه تحريمه، وإنما تورع عن إطلاق لفظ التحريم

لأجل قول عثمان.[12]

ترجمہ: "ائمہ سلف کے متاخرین مقلدین کواپنے اکابر کے طرز سے غلط فہمی واقع ہوئی، چنانچہ ائمہ اسلاف نے از روئے احتیاط "حرام" کی جگہ "مکروہ" کہا، مابعد لوگوں نے بڑوں کے مکروہ کہنے کی وجہ سے ان امور کے حرمت کا ہی انکار کیااوراس کو معمولی سمجھا، لفظ کراہت اس کے لیے معمولی سی بات بن گئی کسی نے اسے مکروہ تنزیہی قرار دیااور کسی نے خلاف اولی کہا چنانچہ اس وجہ سے وہ دین اور ائمہ کے بارے میں غلط فہمی

---

[11] رد المحتار على الدر المختار،مطلب في تعريف المكروه، وأنه قد يطلق على الحرام والمكروه تحريما وتنزيها، ج1ص131.

[12] إعلام الموقعين عن رب العالمين،ج1ص32.

اصول فقہ کے ساتھ شغف رکھنے والے سعودی عرب کے ایک معاصر عالم دکتور جناب عبدالکریم بن محمد النملۃ نے مختلف ائمہ کرام کے حوالے سے یہی بات نقل فرمائی ہے،آپ لکھتے ہیں:

اختلف في إطلاقات المكروه على ما يلي: فبعض العلماء يطلق لفظ " مكروه "، ويريد به الحرام والمحظور،وقد روي هذا الإطلاق عن الإمام مالك، والشـافعي، وأحمد- رحمهم اللهّ جميعاً – وهو غالب في عبارة المتقدمين، وذلك تورعاً منهم وحذراً من الوقوع تحت طائلة النهي الوارد في قوله تعالى: (وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِـفُ أَلْسِـنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ)فكرهوا – لذلك – إطلاق لفظ التحريم. .المهذب في علم أصـول الفقه المقارن، المسـألة الرابعة: ما يطلق عليه المكروه ،ج1ص 284.

کا شکار ہوگئے، امام احمد نے دو بہنوں کو بیک وقت ملک یمین میں جمع کرنے کو مکروہ کہا حالانکہ ان کے نزدیک اس کا جمع کرنا حرام ہے۔ تاہم انہوں نے احتیاط اور حضرت عثمان کی روایت کی وجہ سے اس مکروہ فرمایا"۔

اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ اگر کہیں کسی عمل کو مطلقاً مکروہ قرار دیا گیا ہو تو وہاں محض اس وجہ سے اس کو مکروہ تحریمی نہ قرار دیا جائے کہ مکروہ کا فردِ کامل مکروہ تحریمی ہے بلکہ اس کے دلیل واساس پر غور کر لینا چاہئے، اگر دلیل کراہت تحریم کی مقتضی ہو تو مکروہ تحریمی قرار دیا جائے اور اگر دلیل محض تنزیہ واحتیاط کا تقاضا کرتی ہو تو مکروہ تنزیہی قرار دیا جائے۔ "النہر الفائق" میں ہے:

(وكره عبثه بثوبه وبدنه) لما أخرجه القضاعي مرسلاً عن يحيى بن كثير عنه عليه الصلاة والسلام (أن الله كره لكم ثلاثًا العبث في الصلاة والرفث في الصوم والضحك في المقابر) وقدمنا أن الكراهة المطلقة يراد بها التحريم غير أنه ذكر هنا ما يكره تنزيهًا أيضًا مما مرجعه خلاف الأولى قال الحلبي: وكثيرًا ما يطلقون الكراهة عليه وحينئذ فالفارق الدليل.[13]

ترجمہ: "بحالت نماز کپڑے یا بدن کے ساتھ کھیلنا مکروہ ہے۔ امام قضاعی نے یحی بن کثیر کے حوالے سے حدیث نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تین باتیں ناپسند ہیں: نماز میں کھیلنا، روزہ کی حالت میں بوس وکنار کرنا اور قبرستان میں ہنسنا۔ چنانچہ پہلے گزر چکا ہے کہ کراہت جب مطلق ذکر کی جائے تو اس سے مراد مکروہ تحریمی ہوتا ہے مگر یہاں اس سے مراد مکروہ تنزیہی ہے جو دراصل خلاف اولیٰ ہوتا ہے۔ امام حلبی فرماتے ہیں کہ: فقہاء اکثر خلاف اولیٰ کو بھی مکروہ کہتے ہیں تاہم تحریمی اور تنزیہی کا فرق دلیل سے معلوم ہوگا"۔

مکروہِ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ

مکروہِ تنزیہی کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اس کو چھوڑنا بہتر ہے یعنی کرنے کی بنسبت نہ کرنا بہتر ہے، ٹھیک یہی مفہوم "خلافِ اولیٰ" کا بھی ہے، لیکن فقہی کتابوں میں بعض امور کو خلاف اولیٰ قرار دیا جاتا ہے اور بعض کے بارے میں مکروہ تنزیہی کے الفاظ ذکر ہوتے ہیں۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ یہ دونوں مترادف الفاظ ہیں یا دونوں کے درمیان کچھ فرق بھی ہے؟ اگر کچھ فرق ہے تو کیا ہے؟

غور کیا جائے تو اس کے دو (۲) پہلو واضح ہوتے ہیں: ایک یہ ہے کہ "مکروہ تنزیہی" بھی شرعی احکام میں سے ایک قسم ہے اور ہر شرعی حکم شرعی دلیل کا محتاج ہے اور دلیل شرعی ہی کی روشنی میں کوئی شرعی حکم متعین کیا جا سکتا ہے اس لئے مکروہ تنزیہی کے لئے کسی دلیل شرعی کا ہونا ضروری ہے اور اس کے بغیر کسی چیز کو مکروہ قرار دینا درست نہیں ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ وغیرہ کئی فقہائے کرام نے اسی پہلو کو مد نظر فرمایا ہے، چنانچہ آپ نے "بحر" کے حاشیے میں اس پر بقدر ضرورت بحث فرمائی، اسی بحث کا حاصل تحریر فرماتے ہیں:

والحاصل أن خلاف الأولى أعم من المكروه تنزيها وترك المستحب خلاف الأولى دائما لا مكروه تنزيها دائما بل قد يكون مكروها إن وجد دليل الكراهة وإلا فلا.[14]

---

[13] النهر الفائق، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، ج1ص277.

[14] منحة الخالق على البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، ج2ص35.

ترجمہ: "خلاف اولیٰ یعنی نامناسب مکروہ تنزیہی اور ترک مستحب سب کو کہا جاتا ہے البتہ مستحب کا ترک کرنا ہمیشہ خلاف اولی ہوتا ہے مگر ہر خلاف اولی مکروہ تنزیہی بھی ہو یہ ضروری نہیں، اس کے لیے الگ دلیل درکار ہے اگر کراہت کی دلیل موجود ہو تو مکروہ تنزیہی بھی ہوگا ورنہ نہیں۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ انجام کار کے لحاظ سے خلافِ اولیٰ اور مکروہ تنزیہی میں کوئی خاص فرق نہیں ہے، دونوں کا مآل کار ایک ہی ہے، اس لئے دونوں میں فرق نہیں ہونا چاہئے۔ رہا یہ اشکال کہ مکروہ کے لئے دلیل خاص کی ضرورت ہے تو اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ مکروہ کو حکم شرعی تسلیم کر لینے کے بعد دلیل شرعی کی ضرورت تو واضح ہے کہ اس کے بغیر حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا، لیکن دلیل خاص کا ہونا لازم نہیں ہے، چنانچہ واجبات کو چھوڑنا مکروہ تحریمی ہے اور حرام سے بچنا ضروری ہے لیکن اس کے متعلق کوئی دلیل خاص بایں معنیٰ وارد نہیں ہوئی کہ جس میں ترک واجب کی کراہت کا یا اجتناب عن الحرام کو ضروری قرار دیا گیا ہو بلکہ اسی ضابطے پر اکتفاء کیا گیا کہ کسی چیز کا امر اس کی ضد کی کراہت و ممانعت کا تقاضا کرتا ہے اور کسی چیز کی نہی و ممانعت اس بات کی متقاضی ہے کہ اس کا کرنا مکروہ و ممنوع قرار پائے۔ یوں ہی یہاں بھی کسی چیز کا استحباب شرعی دلیل سے ثابت ہو جائے تو ترک مستحب جس طرح خلاف اولیٰ ہے یوں ہی مکروہ تنزیہی کی تعریف بھی اس پر صادق آتی ہے اور یہ کراہت خود اسی دلیل کا نتیجہ ہے جس سے اس کام کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔

یہ "مکروہ" اور "کراہت" کے متعلق چند اصولی اور بنیادی نوعیت کے مباحث تھے جن کو اس تحریر میں ذکر کرنا مقصود تھا۔ اللہ تعالیٰ دین کی صحیح سمجھ اور اس پر استقامت کی نعمت نصیب فرمائیں۔

مفتی عبید الرحمن صاحب، نزیلِ حال دار الافتاء جامعہ اصحاب الصفہ، مردان، ۹ رجب ۴۲ھ